# جوش کی تنقید نگاری

شہناز اختر
پی ایچ ۔ڈی سکالر(اردو)
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

# JOSH AS A LITERARY CRITIC

Shahnaz Akhtar
PhD Scholar (Urdu)
Govt. College University, Lahore

**Abstract**

Josh Malihabadi was a famous poet and writer of the twentieth century Urdu literature. As compared to his prose, his poetry is more popular and well known in literary circles of Urdu. Besides poetry, he also expressed his thoughts and views about literary criticism. Establishing his critical thoughts, his auto biographical book Yaado Ki Baraat and his other essays and writings have been taken into consideration.

**Keywords:**

جوش ملیح آبادی،سید عبداللہ،جمیل جالبی، یوسف حسین عمرانی، جمالیاتی،تاثراتی،
اردو نثر،تنقید، روح اقبال،مقتدرہ قومی زبان

جوش ملیح آبادی نے اردو نثر میں تنقید نگاری کے جوہر بھی دکھائے ہیں۔لیکن ان کا جائزہ لینے سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ تنقید کیا ہے؟

اپنے ذوق کی تسکین اور دوسروں کے نتائج فکر کی قیمت کا اندازہ کرنے کے لیے اس فن کا جاننا بے حد ضروری ہے۔اسے اردو میں تنقید کہتے ہیں اور انگریزی میں (Criticism)۔اردو میں (Criticism) کا ترجمہ تنقید کیا جاتا ہے لیکن زیادہ صحیح لفظ نقد یا انتقاد ہے جس کا مفہوم پرکھنا یا جانچنا ہے۔(Criticsim) کا ماخذ یونانی لفظ ہے جس کے معنی فیصلہ کرنے کے ہیں۔جو شخص یہ خدمت انجام دیتا ہے اسے نقاد کہتے ہیں۔مختلف ناقدین نے تنقید کے بارے میں مختلف رائے دی ہیں۔میتھیو آرنلڈ کہتے ہیں:

> ''دنیا میں جو بہترین باتیں سوچی گئی ہیں انہیں غیر جانبدارانہ طور پر جاننے اور عام کرنے کی خواہش کا نام تنقید ہے۔''(۱)

آلِ احمد سرور کے خیال میں ''تنقید کے لیے پرکھ کا لفظ سب سے موزوں ہے کیونکہ اس میں تعارف،ترجمانی اور فیصلہ سب آجاتے ہیں''(۲)

ڈاکٹر سید عبداللہ تنقید کا مفہوم اس طرح واضح کرتے ہیں

> ''لغت میں تنقید کا لفظ جانچنا اور پرکھنا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔عربی میں اس مقصد کے لیے نقد الدراہم کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں کھرے درہم کو کھوٹے یا بُرے درہم سے الگ کرنا۔انگریزی میں تنقید کے لیے (criticism) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جو کہ محض عیب چینی سے لے کر ادب پارے کی تحلیل،تشریح،تفسیر اور وجہ شناسی تک ہر معنی میں استعمال ہوا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اور Estimate، Assessment، Apprecia Judgement جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں''(۳)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور تنقید کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> ''اس کے لفظی معنی تو یہ ہیں کہ کھرے کھوٹے میں امتیاز پیدا کرنا مگر اصطلاح میں تصنیفات کے (اور بعض جگہ ذاتیات کے بھی) معائب ومحاسن کو ایک ایک کرکے دکھانا تنقید ہے۔''(۴)

تنقید کے لیے موازنہ،محاکمہ،تقریظ اور مکابرہ جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں،موازنہ دو یا دو سے زیادہ شاعروں اور ادیبوں کے کام کا تقابلی مطالعہ ہوتا ہے۔محاکمہ کسی نزاع کی صورت میں شعرا و ادبا کے مابین فیصلے کی ایک صورت ہے۔تقریظ کسی ادب پارے کی خیالی انداز میں تعریف و تحسین ہے جبکہ کسی ایک شاعر یا ادیب کے کام کو کسی دوسرے پر ترجیح دینا مکابرہ کہلاتا ہے۔

زندگی میں ہر لمحہ ہم تنقید کے عمل سے دوچار رہتے ہیں۔تنقیدی بصیرت انسانی زندگی کے لیے اسی قدر اہم ہے جس قدر ہوا،پانی اور دیگر اشیائے ضروریہ۔ٹی ایس ایلیٹ تنقید کی تعریف یوں کرتا ہے:''تنقید ہماری زندگی کے لیے اتنی ہی ناگزیر ہے جتنی کہ سانس''۔(۵)

تخلیق میں بھی تنقید کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ تحقیق میں ضروری ہے، کیونکہ جب تک ہم اچھے اور بُرے میں چناؤ نہیں کریں گے ہم ایک شاہکار تخلیق نہ کر سکیں گے۔ حالی نے شاعرو رجل کی مثال دی ہے کہ صبح کو اپنے اشعار لکھواتا تھا اور پھران پر غور کرتا تھا اوران کو چھانٹتا تھا اور یہ بات کہتا تھا کہ ریچھنی بھی اسی طرح سے چاٹ چاٹ کر اپنے بچوں کو خوبصورت بناتی ہے۔

ارسطو کے بارے میں کہا جاتا ہے:

> ''اس کے مسودے اب تک فریرا (اٹلی) میں محفوظ ہیں۔ ان مسودوں کو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جو اشعار اس کے نہایت صاف اور سادے معلوم ہوتے ہیں وہ آٹھ آٹھ دفعہ کاٹ چھانٹ کے بعد لکھے گئے ہیں۔(۶)

تنقید میں تحقیق کی اہمیت کے حوالے سے جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ ''بے تحقیق تنقید وہ کوڑا کرکٹ ہے جسے پہلی فرصت میں دریابُرد کر دینا چاہیے۔''(۷)

سکاٹ جیمز نے اپنی کتاب ادب کی تشکیل میں واضح کیا ہے:

> ''نقاد کو اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ شاعر یا ادیب کے کسی کارنامے پر تبصرہ کرتے ہوئے الٹے پاؤں واپس جاسکے تاکہ خود اپنے تخلیقی تخیل سے کام لے کر آغاز سے تکمیل تک اس کارنامے کا تجزیہ کر کے اس کو سمجھ اور سمجھا سکے۔''(۸)

نقاد کو زندگی کے خارجی و داخلی واقعات اور واردات کا ویسا ہی حقیقی اور بھرپور شعور ہونا چاہیے جیسا کہ فنکار کے لیے ضروری ہے۔ نقاد کے لیے انسانی زندگی اور کائنات کا مطالعہ و مشاہدہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ خود شاعر یا ادیب کے لیے ورنہ وہ نہ سمجھ سکے گا کہ شاعر وادیب نے اپنی تخلیق کے لیے مواد کہاں سے حاصل کیا ہے۔ ادب میں تنقید کا مطلب ہے کسی ادبی تخلیق کا ہمہ گیر جائزہ۔ تنقید میں تین ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا پڑتا ہے۔ ۱۔اثر قبول کرنا ۲۔تشریح و تجزیہ کرنا ۳۔قدر و قیمت کا تعین کرنا یا فیصلہ دینا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کہتے ہیں:

> ''تنقید بڑی اہمیت رکھتی ہے اور اس کے بغیر ادب کے بہتے ہوئے چشمے میں روانی پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے خشک ہو جانے کے امکانات ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کے ادب میں ہر دور اور ہر زمانے میں اس کا وجود ملتا ہے۔ چاہے اس کی صورت کچھ بھی رہی ہو۔''(۹)

تنقید نگار جہاں ہر زاویے میں فن پارے کو جانچتا پرکھتا ہے، اس پر اظہار رائے کرتا ہے، وہاں دیگر علوم کی شاخوں سے بھی اس کو تشبیہ دیتا ہے۔ فن پارے کا تجزیہ کرتے ہوئے اور رائے دیتے ہوئے جہاں اس کو نفسیاتی اعتبار سے دیکھتا ہے وہاں عمرانی، جمالیاتی، تاریخی علوم اور دبستانوں سے بھی اس فن پارے اور فنکار کے تعلق کو بیان کرتا ہے۔ مختلف نقادوں کو مختلف دبستانوں سے مخصوص قرار دے کر ان کے تنقیدی مسلک کی

وضاحت کی جاتی ہے۔ان میں رومانی،نفسیاتی،عمرانی،مارکسی،جمالیاتی اور تاثراتی دبستان نمایاں ہیں۔دبستان، تحریکوں اور مختلف نوع کے نظریات سے قطع نظر تنقید کی دو اقسام کی جا سکتی ہیں: ا۔نظری،۲۔عملی

نظری تنقید میں تنقید پر تنقید کی جاتی ہے۔اس سے ایک طرف تو تخلیقی کاموں کو جانچنے، پرکھنے اور درست رائے قائم کرنے میں مدد ملتی ہے اور دوسری طرف یہ تنقیدی نظریات، آرٹ اور ادب کی تخلیق کے لیے ایک ماحول پیدا کرتے ہیں اور خود فنکاروں کو بھی اس سے درست راہوں کا پتا چلتا ہے۔عملی تنقید میں براہ راست کسی شاعر، ادیب یا فن کار کے تخلیقی کارناموں پر نظر کی جاتی ہے۔اس میں اصولوں کی بحث ضروری نہیں ہوتی لیکن اصولوں پر بحث کے بغیر تنقیدی نظر ڈالنا مشکل ہوتا ہے۔اس سے نقاد جب کسی شاعر یا ادیب کا تنقیدی جائزہ لیتا ہے تو اس میں اصولوں کی بحث بھی چھڑ جاتی ہے۔

جوش ملیح آبادی میں تنقیدی جذبات کی فراوانی تھی۔سب سے پہلے تو اپنے کلام اور نثری تحریروں پر تنقیدی نظر دوڑاتے پھر اسی معیار پر دوسروں کی تحریروں کو پرکھنے لگے۔ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی کتاب ''روح اقبال'' پر جوش کی تنقیدی نظر خاصے کی چیز ہے۔ایک عرصے تک گمشدہ رہنے کے بعد اس کتاب کا قلمی نسخہ ڈاکٹر ہلال نقوی کو دستیاب ہوا ہے لیکن ہنوز مارکیٹ میں طبع شدہ صورت میں نہیں پہنچا ہے۔جوش نے اس کتاب پر حواشی میں اپنے اعتراضات تنقیدی صورت میں رقم کیے ہیں۔جوش ملیح آبادی نے اپنی آپ بیتی "یادوں کی برات" میں بہت سی شخصیات کے خاکے کھینچے ہیں اُن کے ذریعے بھی جوش کی تنقیدی صلاحیت سے آگاہی ہوتی ہے۔ جوش نے مختصر لفظوں میں ان شخصیات کا تعارف کروا کر ان کا مفصل نقشہ قارئین کے سامنے بیان کر دیا ہے۔ میاں محمد صادق کے بارے میں جوش کا تنقیدی جائزہ ملاحظہ کیجیے:

> ''دراز قامت، ژرف نگاہ، شب رنگ، صباح طینت، لاہور کے باشندے، دورِ فرنگی کے پولیس افسر، عقیدے کے لحاظ سے قادیانی، نواہی سے بیزار، اوامر کے پابند، نماز پنجگانہ کے بغیر سانس لینے کو گناہ سمجھنے والے، سخن سنج، شاعر نواز، اخلاص شعار، مردم شناس، عہدے کے اعتبار سے شب یلدا اور پاکیزگی طبع و شرافتِ نفس کے نقطۂ نظر سے صبح صادق۔یہ غالباً ۱۹۳۵ء کی بات ہے، جب میں دہلی سے کلیم نکال رہا تھا، اس وقت وہ دہلی خفیہ پولیس کے سینئر سپرنٹنڈنٹ تھے۔ہر چند ہمارے مابین بڑا تضاد تھا۔وہ شدت کے ساتھ دیندار تھے، میں پابندی کے ساتھ بادہ خوار تھا (اور خدا کے فضل و کرم سے اب بھی ہوں) وہ حسینوں کی جانب نگاہ اٹھانے کو گناہ سمجھتے تھے۔میں ان کی طرف نگاہ اٹھانے کو عبادت سمجھتا تھا۔وہ کانگریس کے دشمن تھے، میں کانگریس دوست تھا۔وہ حکومت برطانیہ کے وفادار تھے، میں اس کا زبردست باغی تھا''۔
>
> (یادوں کی برات ص ۵۲۶)

درج بالا اقتباس میں جوش ملیح آبادی نے موازنہ یا تقابل کے ذریعے میاں محمد صادق اور خود کے مابین بنیادی خصائص کو واضح کرتے ہوئے دونوں کی شخصیت کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔مصطفیٰ زیدی کے بارے میں جوش کا اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"یہ ایک انوکھی نوک پلک کا ہونہار شاعر ہے۔ہر چند قدیم روش کو ترک کر کے یہ جدید ڈھرے پر آ گیا ہے لیکن اس کے کلام میں آئمۂ ادب کی سی شان پائی جاتی ہے۔اس کی شاعری،اس قدر بلند تخیل اور اس درجہ نرالے طرزِ بیاں کی حامل ہے کہ بسا اوقات سر دُھننے اور اس کا منہ چوم لینے کو جی چاہتا ہے اور کبھی کبھی تو یہ تمنا پیدا ہو جاتی ہے کہ کاش میں بھی ایسا کہہ سکتا۔اللہ نظر بد سے بچائے" (یادوں کی برات ص ۵۵۸)

جوش زندگی کے مختلف میدانوں میں تنقید نگاری سے کام لیتے ہیں۔کالم نگاری،اداریہ نویسی،خاکہ نگاری،اصلاح نویسی،مقالہ نگاری،خطوط نگاری اور یہاں تک کہ روزمرہ گفتگو میں بھی ان کی تنقید نگاری جاری رہی۔ڈاکٹر سید اعجاز حسین اپنی کتاب "مختصر تاریخ ادب اردو" میں رقمطراز ہیں:

دلیل کے ساتھ تنقید اور اثر کے ساتھ زور ہر جگہ نمایاں ہے۔"(۱۰)

حمید اختر نے اپنی ایک تقریر میں،جو انھوں نے جوش صدی سیمینار میں بسلسلہ صد سالہ یومِ پیدائش جوش میں پڑھی،کہا:

"جوش میں تنقید کو قبول کرنے کی صلاحیت بھی تھی، جب ان کی طویل نظم "تخلیق کائنات" (حرفِ آخر کا ایک جزو) پر سجاد ظہیر نے ڈرتے ڈرتے کچھ تاریخی غلطیوں کی نشاندہی کی تو جوش نے کسی برہمی کا اظہار نہیں کیا بلکہ نظم پر نظر ثانی کر کے ان غلطیوں کو ٹھیک کر دیا۔اس محفل میں علی سردار جعفری اور کیفی اعظمی بھی موجود تھے۔"(۱۱)

ڈاکٹر جمیل جالبی اپنی کتاب تاریخ ادب اردو، جلد سوم میں جوش کی تنقیدی بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خزائن الفصاحت (دیوانِ امانت) کا نسخہ جو میرے مطالعہ میں رہا وہی مطبوعہ نسخہ حضرت جوش ملیح آبادی کے مطالعے میں بھی رہا۔جسے انھوں نے جستہ جستہ دیکھا اور امانت کے چند اشعار پر اعتراضات حاشیے میں درج کر دیے جو یہ ہیں:ا۔امانت کا شعر ہے۔

گل رخوں کی بزم میں کہنا امانت کا سلام
اے صبا! تیری رسائی گر وہاں ہو جائے گی

جوش ملیح آبادی نے لکھا ہے "ہو جائے" کا موقع ہے یعنی "گی" زائد ہے۔

۲۔امانت کا شعر ہے:

پھول سب توڑ کے اُن کو پنہانا گل چیں
باغ اجڑتا تو وہ کلیوں کو بساتے جاتے

جوش نے لکھا ہے کہ ''پہنانا'' کہا جاتا ہے اس دور میں یہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ناسخ کے ہاں بھی ہے اور علی اوسط رشک کے ہاں بھی۔۳۔امانت کا شعر ہے:

اسی کے دھیان میں لیل و نہار رہتا ہے
اسی کو دل شام و سحر یاد کرتا ہے

جوش نے لکھا ہے کہ ''رہتا'' اور ''کرتا'' غلط قافیہ ہے۔یادرہے کہ اسی فنی وعلمی نوعیت کے اعتراضات نساخ نے انیس ودبیر کے زبان وبیان پر کیے تھے جن سے سارے ہندوستان میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔''(۱۲)

جوش ملیح آبادی ترقی اردو بورڈ کے مشیر تھے تو شاہد احمد دہلوی نے انھیں ڈپٹی نذیر احمد کی کتاب ''منتخب الحکایات'' کا مسودہ ارسال کیا۔جوش نے اصل متن میں ترمیم کر دی جس سے بدمزگی پیدا ہوئی۔ شاہد احمد دہلوی اور جوش کے درمیان قلمی معرکہ چل نکلا۔شان الحق حقی جوش کے ساتھ سیکرٹری ترقی اردو بورڈ سندھ تھے،لکھتے ہیں:

''منتخب الحکایات'' شاہد احمد دہلوی سے مرتب کرائی گئی تھی۔مراۃ العروس کا مقدمہ بیگم شائستہ اکرام اللہ نے لکھا تھا۔دونوں کتابیں چھپنے کو تیار تھیں۔میں نے ضروری سمجھا کہ انہیں جوش ملیح آبادی صاحب کے ملاحظے میں پیش کر دیا جائے۔۔۔ میرا خیال تھا کہ وہ ان مرتب شدہ کتابوں کو ایک نظر دیکھ کر واپس کر دیں گے کہ بسم اللہ کر،وہ انہیں لے کر بیٹھ گئے۔مجھے اس پر تعجب ہوا۔پوچھا تو کہا ہاں ہم دیکھ رہے ہیں۔بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی بڑی توجہ سے دونوں کتابوں کا اوّل سے آخر تک مطالعہ کیا۔مقدمے سے لے کر متن اور حواشی تک سرخ روشنائی سے اصلاح کا قلم چلا دیا ہے۔میں نے کہا کہ حضرت یہ آپ نے کیا کیا؟ کہنے لگے سنوار دیا ہے! میں نے کہا یہ تو مولوی نذیر احمد کی کتابیں ہیں۔ہم ان میں کیسے ترمیم کر سکتے ہیں۔ایسے موقع پر ان کا بندھا ٹکا جواب تھا کہ نعوذ باللہ اللہ میاں بھی کہیں یوں نہیں ہونا چاہیے......انہوں نے نذیر احمد کی رواں دواں بول چال کی زبان کو اپنے رنگ میں رنگ دیا تھا۔دونوں کتابیں بورڈ میں محفوظ ہوں گی۔''(۱۳)

خلیق انجم نے بتایا:

''جوش نے اتنی زیادہ ترمیمیں کیں کہ اصل متن پڑھنے کے قابل نہیں چھوڑا۔۔۔ظاہر ہے کہ

کسی بھی قدیم متن کو شائع کرنے کا ہرگز یہ طریقہ نہیں ہے کہ اس کی زبان بدل دی جائے۔ جوش کو زبان پر لاکھ قدرت سہی لیکن وہ اس کے اہل نہیں تھے کہ ڈپٹی نذیر جیسے صف اوّل کے ادیب کی زبان میں ترمیم کریں۔" (۱۴)

جوش نے اس تنقیدی رویے کی توجیہہ یوں پیش کی:

"نا ملائم مطبوعہ حروف اور نہ رواقی منطوق الفاظ نے میری آنکھوں اور میرے کانوں کو ہزار بار ڈسا ہے اور بُری طرح ڈسا ہے--- مقدمہ اور اصل کتاب میں جو لسانی خامیاں مجھ کو نظر آئیں، میں نے ادبی دیانت سے مجبور ہو کر ان پر خط کھینچ دیئے۔" (۱۵)

نقاد کا یہ کام نہیں کہ متن میں ترمیم و تنسیخ کرے۔ البتہ وہ اپنی رائے حاشیے میں درج کر سکتا ہے۔ جوش نے اصول تحقیق کی خلاف ورزی کی کیونکہ تحقیق کے قاعدے سے پرانے مسودات، قلمی نسخوں اور کتابوں میں ترمیم ناجائز کام ہے۔ جوش نے اتنی ترامیم کیں کہ نسخہ ہی یکسر تبدیل کر دیا۔ انھوں نے اپنی تنقیدی بصیرت کو غلط انداز میں پیش کیا۔ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ اصل مسودے کی ایک نقل تیار کرتے اور اس پر اپنے اعتراضات درج کرتے یا نوٹس لیتے جبکہ جوش کی اس سعی نے متن کا جنازہ نکال دیا۔

حکیم آزاد انصاری نے رسالہ جامعہ بابت ماہ جنوری ۱۹۲۷ء میں اپنے مجموعہ کلام کی اشاعت کی تقریب سے ایک مقدمہ نما مضمون "غزل کی حمایت" میں شائع کرایا تھا جس پر جوش کی تنقید "نقاد" کے نام سے کلیم، دہلی کے مئی ۱۹۳۷ء کی اشاعت میں طبع ہوئی۔ مقالے کا عنوان "غزل گوئی" تھا۔ آزاد کے مضمون کی تنقید میں جوش لکھتے ہیں:

"آزاد صاحب غزل کی مزعومہ خصوصیت، ایجازِ بیاں پر زور دیتے نہیں تھکتے لیکن حرف و حکایاتِ غزل میں اور اجمال بیان؟ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ "افسانہ آں شبے کہ بیا رگزشت" والی حکایت بھی مزید اس قابل نہیں کہ اُس کے بیان میں "دراز ترگفتن" سے کام لیا جائے؟! خدا جانے مکالمہ با معشوقہ وغزل کے راوی اپنی زندگی کی دلچسپ ترین سرگزشت کی تفصیل سے کیوں اس قدر گریز کرتے ہیں! اختصار وایجاز کا پردہ وہ کس خشک یا ناگفتہ بہ واردات پر ڈالنا چاہتے ہیں؟! کیا ہم فرض کریں کہ اس بے سروپا بیانی کا راز

میں مضطرب ہوں وصل میں خوف رقیب سے
ڈالا ہے تم کو وہم نے کس پیچ و تاب میں

تاہم آزاد صاحب فرماتے ہیں کہ "اگر قافیہ تنگی نہ کرے تو قطعہ کے اشعار کی تعداد مقرر نہیں!
وائے بر حالِ شاعری وقادر الکلامی، جو قافیے کے رحم پر ہو، پھر کہنے والے کیا غلط کہتے ہیں کہ

غزل میں صرف ردیف و قافیے کے لیے مطالب و مضامین لائے جاتے ہیں نہ کہ مطالب و مضامین کے لیے قافیہ ردیف!"(١٦)

جوش کے غزل گوئی پر اس مضمون نے خوب شہرت پائی۔جوش جذبات میں تنقید تک محدود نہیں رہتے بلکہ مضمون نگار کو خوب آڑے ہاتھوں لیتے ہیں۔لکھتے ہیں:

مثنوی کی تعریف و تنقیص بیک وقت ملاحظہ فرمایئے۔فاضل مضمون نگار کا ارشاد ہوتا ہے:

"مثنوی تو ہماری شاعری میں وہ ہمہ گیر و کار آمد صنف ہے جس میں ہر قسم کے بڑے سے بڑے اور طویل سے طویل خیالات بلکہ افسانوں، داستانوں اور تاریخوں تک کو نظم کا جامہ پہنایا جاسکتا ہے اور ایسی تمام اصناف سخن جن میں طویل یا حقیر خیالات و واقعات تسلسل کے ساتھ منظوم کیے جاتے ہیں،یقیناً نظم ہی کہلانے کی مستحق ہیں"

سبحان اللہ!طویل یا حقیر خیالات و واقعات؟!مثنوی سحر البیان،مثنوی گلزار نسیم،مثنوی معنوی، فردوسی کا شاہنامہ، ہومر کی الیڈ حقیر خیالات و واقعات کا پشتارہ ہیں؟! آپ کی خبط و بے ربط غزلیں کوئی ٹکے سیر بھی نہیں پوچھتا۔دراں حالیکہ مذکورہ بالا مثنویاں بین الاقوامی ادبیات کے شاہکار کہلاتے ہیں اور یہ مثنوی گو شعراء پیغمبرانِ شعر!!(١٧)

جوش نے تبصرہ نگاری میں بھی تنقیدی نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھا۔میر زیدی صاحب کی کتاب "بادۂ فطرت" پر جوش کا تبصرہ خاصے کی چیز ہے۔لکھتے ہیں:

"بادۂ فطرت کی ورق گردانی کے بعد ہماری نظر پہلے جس نظم کے عنوان پر جمی وہ ایک ایسا عجیب و غریب عنوان ہے جو مستقلاً اردو ادب میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس سے بحث نہیں کہ یہ اضافہ تخریبی ہے یا تعمیری،مگر اضافہ ضرور ہے۔عنوان نظم ہے "چار بجے پانچ" اب نظم شروع فرماتے ہیں مطلع ارشاد ہے۔

مطلوب میں ہے طالب کی جان چار بجے پانچ
ہر شعر سے ہے صاف عیاں چار بجے پانچ

یہ اور اسی قسم کے دوسرے کارنامے اس مجموعے میں کافی پائے جاتے ہیں۔بہت سے اشعار شرمندۂ وزن و تقطیع ہی نہیں ہیں تفصیلی نظر سے دیکھنے پر بہت ممکن ہے کہ کچھ اچھے شعر بھی نکل آئیں مگر وہ "کندن وکاہ برآوردن" کا مصداق ہوگا۔

ہم زیدی صاحب کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ ادب کے خطرناک کوچے میں قدم نہ رکھیں۔عملی زندگی کیا بُری ہے؟ناپختہ ادیب سے خام مزدور بہتر ہے"۔(١٨)

اقبال کے بارے میں جوش جس نظریے کو لے کر ساری عمر چلے درج ذیل تنقیدی رائے اس کی عکاس ہے جو انھوں نے ڈاکٹر تصدق حسین خالد کے انگریزی مضمون کے ترجمے کے بارے میں دی جس کے مترجم میاں محمد رفیق خاور ہیں اور جو لاہور سے طبع ہوا، مضمون کا عنوان ''اقبال اور اس کا پیغام ہے'' جوش کا تنقیدی جائزہ کچھ یوں ہے:

''پنجاب سے اقبال پر اس وقت تک جتنی کتابیں یا مضمون لکھے گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ کسی میں بھی صحیح معنی میں اقبال پر یہ تبصرہ کرتا تو یقیناً اہل پنجاب اخبارات ورسائل کے ذریعے اس کو ایسی مغلظات سناتے کہ وہ جواب بھی نہ دے سکتا۔ہم ڈاکٹر خالد کے ادبی ذوق اور ان کی صحیح قوت تنقید کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی علمی بے باکی وجرأت کی بھی داد دیتے ہیں۔ناظرین کلیم کو یہ کتاب ضرور دیکھنی چاہیے۔'اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے'۔''(۱۹)

جوش سمجھتے تھے کہ اقبال نے خود کو اسلامی فکر سے مربوط کر کے محدود کرلیا ہے وہ تو اس بات کے لیے پیدا ہوئے تھے کہ پوری دنیا کی راہنمائی کریں۔ابتدا میں جوش کا رجحان مذہب کی طرف زیادہ تھا، اقبال نے انھیں بین الاقوامیت کا درس دیا اور خود اسلامی فکر کے منبعوں کو اپنا لیا۔ایک اور تنقیدی تبصرہ ملاحظہ فرمایئے جس میں جوش نے ''منتخب دیوانِ غالب' مولفہ نور اللہ محمد نوری کی قدر وقیمت متعین کی ہے، لکھتے ہیں:

''غالب بھی اب ہماری ادبیات کی وہ رومانی ہستی ہو گیا ہے جس کے ساتھ ایک علمی وتنقیدی انتساب ہمارے بیروجوان مصنفین کا ایک ''فیشن ایبل مذاق'' بن گیا ہے! لوگ غالب پر خامہ فرسائی کر کے خود اس پر اس قدر روشنی نہیں ڈالتے جس قدر کہ خود اپنے سامنے ''شمع مشاعرہ'' لانا چاہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ جب معاملہ ''مہر رنگے کہ ہستم خود پرستم'' کی اس زبونی کو پہنچ جائے تو اصل موضوع کی خدمت کا کتنا عنصر باقی رہ سکتا ہے۔زیر تنقید انتخاب غالب 'شرح' کو ہم اس علمی جلب منفعت (Literary exploitation) کی اک افسوسناک مثال پاتے ہیں! انہی صاحب نے ''داغ'' لکھی ہے اور خاصی لکھی ہے لیکن منتخب دیوان غالب مع شرح کو جیسا سرسری ٹالا ہے خود غالب کی روح اور جواہر ادبی نے بھی انہیں ایسا ہی ٹالا ہے۔معلوم ہوتا ہے غالب سے انہیں دلچسپی نہیں، صرف اپنی کلاہِ تصنیفی میں ایک طرّے کا اضافہ کرنے کے لیے غریب غالب کو موردِ التفات فرما لیا گیا ہے! غالب وہ چیز نہیں کہ اُس کی محراب عظمت ان لوگوں کا سجدہ قبول کر سکے جن کا منہ بوقت باریابی اُس کے قبلۂ عظمت کی طرف سے پھرا ہوا ہو!۔''(۲۰)

اپنے ایک مضمون انتقاد وانتخاب میں جوش نے انتقاد کی تین اقسام گنوائی ہیں:

- تخیلی انتقاد
- تخریبی انتقاد
- تحقیقی انتقاد(۲۱)

انتقاد کی پہلی قسم میں ناقد ادیب وشاعر سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی جانب متوجہ رہتا ہے اور اپنے چہرے کے خد وخال کے آئینے میں شاعر یا ادیب کو پیش کرتا ہے۔یوں حقیقی انتقاد سے اس کا رشتہ چھوٹ جاتا ہے۔تخریبی انتقاد میں ادبی حاسد یا وہ لوگ میدان میں آتے ہیں جو کسی اتفاقیہ حادثے، خیالات وعقائد کے تصادم واختلاف کی بنا پر کسی سے بگڑ جاتے ہیں تو اس میں عیب جوئی شروع کر دیتے ہیں۔کبھی کوئی عیب منسوب کرتے ہیں کبھی کوئی۔اور تو اور ملک کے نوجوانوں کو خدا اور مذہب کا باغی تک بنا دیتے ہیں۔تحقیقی انتقاد میں نقاد بہت صعوبت اٹھاتا ہے۔جوش نے ایک تحقیقی ناقد کے لیے کچھ شرطوں کا ملحوظ خاطر رکھنا ضروری قرار دیا ہے۔اگر ایک شرط بھی کم ہو گی تو تحقیقی انتقاد نہیں ہو پائے گا۔سب سے پہلی شرط ہے کہ "ناقد شاعر کی روح کو اپنے میں جذب کر لے اور یہ صورت اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب ناقد: (الف) شاعر کے ماضی وحال اور مستقبل کے میلان، شاعر کے کلیات ونظریات، عقائد واصول، اقارب واحباب، تعلیم وتربیت، محاسن ومعائب، مزاج وماحول، موروثی خصوصیات اور جغرافیائی اثرات سے کماحقہ واقفیت پیدا کر لے اور یہاں تک کہ خلوت وجلوت کی مسلسل وبے محابا ہم نشینی کی ضرورت شاعر کے مرغوبات ومعمولات تک پر کامل طور سے حاوی ہو جائے۔ (ب) شاعر کے زمانے کی خصوصیتوں، تقاضوں اور ادبی معاشری اور سیاسی تحریکوں کو بخوبی ذہن نشین کر لے۔ (ج) تقریباً ان تمام تخیلی وعملی راستوں سے خود بھی گزرے جن سے شاعر گزرا یا گزر رہا ہے۔(د) اور ہر نظم کے باب میں اسے براہ راست یا کم سے کم معتبر ترین وساطت سے یہ معلوم ہو کہ اس کا پس منظر کیا تھا اور وہ جذبے کے تموج میں کہی گئی یا تمکین میں۔

رسالہ "کلیم" میں شائع ہونے والے جوش کے اکثر مضامین تنقیدی نوعیت کے ہیں۔جوش نے اپنی کتابوں کے دیباچوں میں بھی اپنے تنقیدی نظریات کو بیان کیا ہے اور مختلف شخصیات پر لکھے ہوئے ان کے سوانحی خاکے بھی تنقیدی بصیرت کی عکاسی کرتے ہیں۔

آخر میں ہم جوش کا ایسا تنقیدی تبصرہ پیش کر رہے ہیں جس میں انھوں نے نرجس فاطمہ مدیرہ حجاب لکھنؤ کو مفید مشوروں سے نوازا ہے اور مدیرہ کے مقاصد کو سراہا ہے، لکھتے ہیں:

> "محترم مدیرہ سے ہم متفق ہیں کہ طبقۂ خواتین سویا ہوا طبقہ ہے اور اس طبقے کو چونکانے کی اشد ضرورت ہے۔بلاشبہ عورت کی زندگی پر بڑی حد تک قومی زندگی کا انحصار ہے اور بلاشبہ عورت کی

یہ توہین ہے کہ مردوں کی گرسنہ ہوسناکی کو غذا دینے کے لیے اپنی تخلیقی قوتوں کی شعاعیں صرف کھانے کپڑے کی تاریکی میں دفن کر دے۔

۔۔۔ہم بطور مشورہ اتنا ضرور کہیں گے کہ اپنی سوسائٹی کی مذہبی رگ کو ان معصوم ولولوں کے ساتھ نہ چھیڑیں ورنہ خود حجاب کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔

دوسرے شعبوں کی طرح ہمارا مذہب بھی بیمار ہے۔ اس کی تندرستی کے لیے خود اسے چھیڑنا خطرناک ہے، مفید نہیں۔ ہمارے خیال میں مدیرۂ حجاب اپنی توجہ انہیں بھیدوں کی طرف مبذول کریں جن کی طرف طبقۂ خواتین نے مخصوص طریقے سے توجہ فرمائی ہے۔'' (۲۲)

جوش نے ان تبصروں میں تنقیدی شعور کی کارفرمائی دکھائی ہے۔ جہاں جہاں غلطیاں ہیں ان کی نشاندہی کی ہے اور جہاں جہاں خوبیاں دکھائی دی ہیں ان کو سراہا ہے۔ ہر نقاد ایک مخصوص فکر کا علمبردار ہوتا ہے۔ جوش نے بھی مولانا آزاد کی غزل گوئی پر تنقید اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر کی ہے اور غزل گوئی کی تنقیص میں ان اساتذہ کی خدمات سے صرف نظر کیا ہے جنھوں نے غزل گوئی کا نام بلند کیا ہے۔ اگر میر حسن، دیا شنکر نسیم، فردوسی اور ہومر کا نام زندہ ہے تو غزل میں ولی، میر تقی میر، میر درد، غالب، مومن، مصحفی، حیدر علی آتش اور داغ کا نام بھی زندہ ہے۔ تصدق حسین خالد کی کتاب ''اقبال اور اس کا پیغام'' پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی اپنے اسی نقطۂ نظر کو واضح کیا ہے، جس کے تحت اقبال کے ناقدین کو اس وجہ سے پسند کرتا کہ انھوں نے اقبال پر تنقید کرنے کی جرأت کی ہے۔ لیکن نقد و نظر میں جوش نے جن کتابوں پر تبصرہ کیا ہے ان کے محاسن و معائب کو کھل کر بیان کیا ہے۔ گویا تنقید کا حق ادا کر دیا ہے۔ بعض مقامات پر تفسیر، تشریح اور وضاحت سے بھی کام لیا ہے۔ غالب کے شعر کی تشریح کر کے فاضل مصنف کو منشائے مصنف تک پہنچنے کی دعوت دی ہے۔

جوش کی جو تنقیدی کتب ابھی تک سامنے نہیں آ سکی ہیں، ان میں سے ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی کتاب ''روحِ اقبال'' ڈاکٹر ہلال نقوی کو دستیاب ہو چکی ہے۔ دیوان حافظ اور شبلی کی کتاب ''موازنۂ انیس و دبیر'' کے کچھ صفحات پر انھوں نے اپنی رائے تحریر کی تھی۔ سید سبط حسن کی ایک تصنیف پر بھی جوش نے حاشیے میں اپنی رائے تحریر کی تھی۔

☆☆☆☆☆

## حوالے


(۱) بحوالہ نورالحسن نقوی، فن تنقید اور اردو تنقید نگاری، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۰ء، ص ۷

(۲) آل احمد سرور، تنقید کیا ہے؟ کراچی، اردو اکیڈمی، سندھ، جنوری ۱۹۵۲ء، ص ۲۱۲

(۳) سید عبداللہ، ڈاکٹر، اشاراتِ تنقید، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، فروری ۱۹۹۳ء، ص ۲

(۴) محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، روح تنقید، لاہور، مکتبہ معین الادب،۱۹۵۴ء ص ۳۹

(۵) بحوالہ کلیم الدین احمد، تنقید اور ادبی تنقید،مشمولہ تنقیدی نظریات، مرتبہ احتشام حسین، لاہور، لاہور اکیڈمی، ۱۹۶۸ء ص ۸۹

(۶) الطاف حسین حالی ،مولانا ،مقدمہ شعر و شاعری، پاپولر پبلشنگ ہاؤس ۱۹۸۹ء ص ۷۷

(۷) جمیل جالبی، ڈاکٹر، نئی تنقید، مرتبہ خاور جمیل، کراچی، رائل بک کمپنی، بار اوّل، ۱۹۸۵ء ص ۴۷

(۸) بحوالہ ڈاکٹر تنگیدر، تحقیق و تنقید، مترجم بدیع الزمان مشمولہ اردو میں اصول تحقیق مرتبہ ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد، مغربی پاکستان اکیڈمی، ۱۹۹۸ء ص ۶۷

(۹) عبادت بریلوی، ڈاکٹر، اردو تنقید کا ارتقاء کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۹ء ص ۹

(۱۰) سید اعجاز حسین، ڈاکٹر مختصر تاریخ ادب اردو، سندھ، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ تیسرا ایڈیشن، ۱۹۷۱ء ص ۲۱۳

(۱۱) بحوالہ لاہور رپورٹ، جوش صدی انٹرنیشنل سیمینار، بسلسلہ صد سالہ یوم پیدائش (۱۸۹۷ء ـ ۱۹۸۲ء) ارتقاء ۲۴ دسمبر ۱۹۹۹ء ص ۳۸۱

(۱۲) جمیل جالبی، ڈاکٹر تاریخ ادب اردو، جلد سوم، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۶ء ص ۸۶۹ ـ ۸۶۸

(۱۳) شان الحق حقی، تاثرات: خودنوشت سے چند اقتباسات، مشمولہ آج کل (جوش نمبر) دہلی، ہند، پبلی کیشنز ڈویژن حکومت ہند، ۱۹۹۵ء ص ۴۲

(۱۴) خلیق انجم، جوش ملیح آبادی تنقیدی جائزہ (حرف آغاز)، دہلی، انجمن ترقی ادب، ۱۹۹۱ء ص ۱۱

(۱۵) جوش ملیح آبادی، مقالات جوش، مرتبہ سحر انصاری، لاہور، جنگ پبلی کیشنز ۱۹۹۳ء ص ۵۲

(۱۶) کلیم، دہلی، مئی ۱۹۷۳ء ص ۴۵۵ ـ ۴۵۴

(۱۷) کلیم، دہلی، مئی ۱۹۷۳ء ص ۴۵۵

(۱۸) کلیم، ملیح آباد، مئی، جون ۱۹۳۹ء ص ۴۳۳

(۱۹) کلیم، ملیح آباد، مئی، جون ۱۹۳۹ء ص ۴۳۵

(۲۰) کلیم، دہلی، مئی ۱۹۳۷ء ص ۴۶۶

(۲۱) جوش ملیح آبادی، دیباچہ سیف و سبو، لاہور، مکتبۂ اردو، س ن ص ۱۰ ـ ۹

(۲۲) کلیم، ملیح آباد، مئی جون ۱۹۳۶ء ص ۴۳۵


❁❁❁